Research Journal Ulum-e-Islamia
Journal Home Page: https://journals.iub.edu.pk/index.php/Ulum-e-Islamia/
ISSN: 2073-5146(Print) ISSN: 2710-5393(Online) E-Mail:muloomi@iub.edu.pk
Vol.No: 31, Issue:01. (Jan-Jun 2024) Date of Publication: 17-05-2024
Published by: Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur

جامعہ سطح کی طالبات کے اخلاق وکردار کی اصلاح:اُمہات المومنین کی سیرت کی روشنی میں

Reforming of Morality and Character of University Level Female Students: In the Searah of Ummahat ul Momeneen

Dr. Muhammad Amin
Visiting Faculty Member, University of Layyah, Layyah.
E-mail: m.ameencss@gmail.com

Uzma Yaseen
Visiting Faculty Member, University of Layyah, Layyah.

Rubina Kausar
Visiting Faculty Member, University of Layyah, Layyah.

Abstract

It is necessary to reform of moral values among the university level female students individual as well as social for creation a good and prosperous society. As a Muslim we have role for protection our values and traditions. This article studies the Searah of Ummahat ul Momeneen for moral and character building of female students of universities. It finds that their character played a pivotal role in moral and character building of female students at university level as well as all seekers of high moral ranks. It ends with the suggestion of adopting Character of Wives of Prophet ﷺ to equip the individuals and society with good manners.

Keywords: Reformig, Character, Female Students, Universities, Searah of Ummahat ul Momeneen

تعارف:

عصر حاضر کے مخلوط تعلیمی نظام میں جامعہ سطح کی طالبات کے اخلاق وکردار کی اصلاح اور بہتری نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طور پر بھی، معاشرے کی بہترین تنظیم کے لیے نہایت ضروری ہے۔بحثیت مسلمان ہمیں اپنی اقدار و روایات کی پاسداری اور پائیداری کے لیے طالبات کی ذہن سازی اسلامی اقدار پر کرنا لازم ہے۔ مجموعی طور پر اگر ہمارے تعلیمی اداروں میں طلبہ وطالبات کی حرکات وسکنات کا جائزہ لیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت کن اقدار کی کمی ہے اور اس کمی کو کیسے پورا کیا جاسکتا ہے۔ ذیل میں چند کوتاہیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بے پردگی کا رجحان:

عصرِ حاضر میں، جس معاشرے میں عورت کو فیشن کے چمکدار نام کی اندھیری کھائی میں دھکیل دیا گیا ہے، اس کا براہ راست اثر ہمیں اپنے تعلیمی اداروں میں دیکھنے کو ملتا ہے، پہلے عورت بالکل پردہ میں تھی، پھر وہ پردہ ایک چادر تک محدود ہو کر رہ گیا پھر وہ چادر بھی جالی کی طرح باریک

ہوتی چلی گئی اور پھر وہ جالی نما کپڑا سر سے اتر کر گلے میں پٹے کی طرح پڑ گیا اور آہستہ آہستہ عورت اس پٹے سے بھی آزاد ہو گئی۔ اور بنت حوا اس چمکتی دمکتی پُر فتن دنیا میں اپنی اسلامی میراث کھوتی چلی گئی۔

حجاب جو بنت حوا کا فخر اور زیور تھا آج وہ اسی کو بھلا کر فیمنزم کے نعرے لگا رہی ہے۔ بے حیائی کو خود مختاری اور آزادی کے شیریں الفاظ میں ڈبو کر نہ صرف معاشرے کو بلکہ خود کو بھی دھوکہ دے رہی ہے۔ حجاب ایک تکریم ہے جو رب نے عورت کو عنایت کی ہے یہ عورت کا وقار بھی ہے اور پہچان بھی۔ مگر صد افسوس ہمارے معاشرے کی بنیاد جن سے ہے انہی پر کاری ضرب لگاتے ہوئے دشمنانِ اسلام نے بڑی تیزی سے اور چال بازی سے اس کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ ایک معاشرے کی بنیاد اور اکائی ایک عورت ہی ہے اس کی کوکھ سے نسل چلتی ہے اور نئی آنے والی نسلوں کی راہنمائی اور رہبری کرتی ہے اگر اس نسل کی تربیت ایسے عناصر پر ہو جو غیروں کی ملکیت ہو تو وہ نسل کس طرح ہماری ہو سکے گی؟ جو دوسروں کی اقدار کی چادر اوڑھے سوتی اور جاگتی ہو وہ کیسے اپنے معاشرے کی بہتری کے لیے کام کر سکے گی، سب سے بڑا ہتھیار ذہن سازی ہے جس قوم کی بیٹی کو اپنا غلام بنایا جائے اور اس سے حیا کی چادر اسی کے ہاتھوں چھینی جائے وہ کیسے کامیاب ہو سکتی ہے۔ اور یہ سب شروع کہاں سے ہو رہا ہے اور ختم کہاں پر ہو رہا ہے، یہ ایک طویل مدعا ہے لیکن چونکہ اس قوم کی بیٹی کو اسی راہ پر واپس پلٹنے کی ضرورت ہے جس سے وہ بھٹک چکی ہے، تو ہمیں ایک ایسا تعلیمی نظام متعارف کروانا ہو گا جس میں اسلامی قوانین اور بہترین کردار سازی ہو سکے۔

دشمنانِ اسلام کے ہتھکنڈے:

عربی کا مقولہ ہے:

النساء عماد الباد۔

"عورتیں تہذیبوں کی عمارت کا بنیادی ستون ہوتی ہیں۔"

عورت اللہؐ کے لطف و جمال اور صفت تخلیق کا مظہر ہے جب بھی شیطان کسی معاشرہ کو تباہ کرنا چاہتا ہے وہ سب سے پہلا وار عورت کی صفت حیا پر کرتا ہے، یہی اس کا اولین ہتھکنڈا تھا جو وہ روزِ اول سے چلاتا آرہا ہے اور اپنے اس منفی پروپیگنڈے میں خاصی کامیابی حاصل کر چکا ہے اور یہ آج تک اس کا محبوب اور کاری وار ہے جو وہ حضرت انسان پر آزماتا آرہا ہے۔

اب معمہ یہ ہے کہ آج کی بنت حوا کی اصلاح کیسے کی جائے؟ یونیورسٹی کی طالبات جو اپنے گھروں سے نیک مقصد اور حصولِ علم کے لیے نکلتی ہیں، لیکن اس کا احساس شاید اب ناپید ہوتا جا رہا ہے اسی احساس کو اجاگر کرنے کے لیے امہات المومنین کی سیرت کو بطورِ نصاب پڑھایا اور سکھایا جائے کہ ان کی اساس کتنی معتبر اور شاندار ہے، دُنیا کی سب سے پاکیزہ اور افضل عورتیں امت کی مائیں، ان کی زندگیاں کیسی خوبصورت عادات و سکنات پر گزریں، کتنی وہ باپردہ رہیں۔

قرآن کریم نے عورت کا مقام واضح کیا ہے۔ سب سے پہلے سورہ احزاب میں آیتِ حجاب نازل ہوئی؛

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ وَ نِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ۔ ذٰلِكَ اَدْنٰى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ۔وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۔[1]

ترجمہ: اے نبی! تم اپنی بیویوں، اپنی بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی چادریں اپنے (منہ کے) اوپر جھکا لیا کریں۔ اس طریقے میں اس بات کی زیادہ توقع ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، تو ان کو ستایا نہیں جائے گا۔ اور اللہؐ بہت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔

جب آیات حجاب نازل ہوئیں تو سب امہات المومنین نے اس کو فوراً خود پر لاگو کیا، اسی لیے ایک عورت جب گھر سے باہر حجاب میں نکلتی ہے تو وہ قرآن کی آیات تھامے ہوئے ہوتی ہے نہ کہ کپڑے کا ایک ٹکڑا۔

ایک معزز خاتون بیگم عبد الغنی اپنی تحریر میں لکھتی ہیں کہ عورت کے پردے کی یا حجاب کی ضرورت قانون قدرت ہے، اور انسان کے جسم کی ساخت اس کا بہترین مظہر ہے، انسانی جسم میں ٹانگیں اور بازو نسبتاً توانا اور مضبوط اعضاء شمار ہوتے ہیں ان کے لیے قادر مطلق نے محض گوشت اور

ہڈیوں پر کھال چڑھانا کافی سمجھا جبکہ ان کی نسبت دل نازک عضو ہے اس کے لیے پسلیوں کا پنجرہ بنایا پھر اس پنجرے کو گوشت پوست میں ملفوف کر کے کھال میں لپیٹا۔ انسانی جسم کا ایک عضو اس سے بھی قیمتی، نازک اور حساس شمار ہوتا ہے، اس کی حفاظت کا اتنا ہی زیادہ بندوبست کیا گیا۔ وہ ہے دماغ، مغز۔ پہلے اسے ایک پوٹلی میں اکٹھا کیا پھر جھلی میں لپیٹا اس کے بعد لکڑی جیسے صندوق میں بند کیا پھر اس پر گوشت چڑھایا۔ گوشت کے بعد اس کے ارد گرد کھال لپیٹی اور کھال پر بھی بال اگا دیے۔ یہی مثال عورت کی ہے جسے صنف نازک سمجھا اور کہا جاتا ہے، مرد کا میدان باہر کی دنیا ہے اسے قل للمومنین یغضضن من ابصارھن کا حفاظتی ہتھیار پکڑا دیا۔ چونکہ وہ قوام ہے اس کے لیے غض بصر (آنکھوں کا جھکا لینا) کافی ہے عورت صنف نازک ہے جلد پھسل جاتی ہے اس لیے اس کو لباس کے اوپر بھی جلابیبھن، یخمرھن تعویز دے دیا۔ اس بات پر صنف نازک کو غور کرنے کی ضرورت ہے پھر یہ بھی ٹرینڈ چل نکلا ہے کہ پردہ تو دل کا ہوتا ہے یہ کہہ کر دلوں پر پردہ ڈال لیا جاتا ہے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بارے میں لکھا گیا ہے آپ ﷺ کے وصال کے بعد حجرہ مبارک میں ان کے مدفن کے سرہانے تلاوت میں مصروف رہتی تھیں پھر ان کے والد کو وہاں دفن کیا جاتا ہے تو بھی اسی طرح مصروف رہتی لیکن جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہاں دفن کیا جاتا ہے تو چونکہ وہ نا محرم تھے لہذا پردہ کے ساتھ اور دھیمی آواز میں کرتی ہیں۔۔!!

کیا اس سے بڑھ کر کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔ پھر سورہ النور میں اللہ نے ارشاد فرمایا ہے:

> وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِہِنَّ وَ يَحْفَظْنَ فُرُوْجَہُنَّ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَہُنَّ اِلَّا مَا ظَہَرَ مِنْہَا وَ لْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِہِنَّ عَلٰى جُيُوْبِہِنَّ ۪ وَ لَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَہُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اٰبَآئِہِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اَبْنَآئِہِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِہِنَّ اَوْ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِہِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِہِنَّ اَوْ نِسَآئِہِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُہُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْہَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَ لَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِہِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِہِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰہِ جَمِيْعًا اَيُّہَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔[2]

> ترجمہ: اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، اور اپنی سجاوٹ کو کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اس کے جو خود ہی ظاہر ہو جائے، اور اپنی اوڑھنیوں کے آنچل اپنے گریبانوں پر ڈال لیا کریں، اور اپنی سجاوٹ اور کسی پر ظاہر نہ کریں، سوائے اپنے شوہروں کے، یا اپنے باپ، یا اپنے شوہروں کے باپ کے، یا اپنے بیٹوں یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے، یا اپنے بھائیوں یا اپنے بھائیوں کے بیٹوں، یا اپنی بہنوں کے بیٹوں کے، یا اپنی عورتوں کے، یا ان کے جو اپنے ہاتھوں کی ملکیت میں ہیں، یا ان خدمت گزاروں کے جن کے دل میں کوئی (جنسی) تقاضا نہیں ہوتا، یا ان بچوں کے جو ابھی عورتوں کے چھپے ہوئے حصوں سے آشنا نہیں ہوئے۔ اور مسلمان عورتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ ماریں کہ انہوں نے جو زینت چھپا رکھی ہے وہ معلوم ہو جائے۔ اور اے مومنو! تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو، تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ سے لوگ اسے سن کر گھروں کو پلٹے اور جا کر انہوں نے اپنی بیویوں، بیٹیوں اور بہنوں کو یہ سنائی۔ انصار کی عورتوں میں سے کوئی ایسی نہ تھی جو آیت سن کر بیٹھی رہ گئی ہو۔ ہر ایک اٹھی اور کسی نے اپنا پٹکا کھولا اور کسی نے چادر اٹھا کر دوپٹہ بنایا اور اوڑھ لیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت جتنی عورتیں مسجد نبوی میں حاضر ہوئیں، وہ دوپٹہ اوڑھے ہوئے تھیں۔ ایک دوسری روایت میں حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ عورتوں نے باریک کپڑے چھوڑے اور موٹے کپڑے کے دوپٹے بنائے۔

ایمان کی کمزوری:

اسی طرح دوسری اخلاقی کمی ایمان ویقین کی کمزوری ہے۔ چونکہ حیا اور ایمان کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ارشادِ نبوی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْه، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ ۔[3]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ اور حیاء (شرم) بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔"

آج کے دور میں ایمان کی کمی کی سب سے بڑی وجہ یا جڑ بے حیائی ہے۔ اسی کمزوری کی بناء پر بڑے بڑے حرام کام سرانجام ہوتے ہیں، ایک بنت حوا جو گھر سے حیا کے بغیر نکلتی ہے اور زمانے کی چالوں کا شکار ہوتی ہے اور ایسی جگہ جہاں اسے مخلوط نظام میں تعلیم مل رہی ہو ایسی جگہ پر اگر وہ حیا کی حفاظت نہیں کرے گی تو ایمان میں پختگی کیسے آئے گی؟ ایمان میں کمزوری صرف عبادات سے مشروط نہیں ہے زندگی کے ہر پہلو سے ایمان چھلکتا ہے، ہر ہر عمل سے ایمان کی جھلک دکھتی ہے خواہ وہ عبادات ہوں، اللہ سے دعا ہو، زندگی کے امتحان ہوں، ازمائشیں ہوں ایمان ہی ایک مومن کا ہتھیار ہے۔

اور صد افسوس، دل درد سے بھر جاتا ہے جب قوم کی ماؤں، بہنوں کو ایسے مرض میں مبتلا ہوتا دیکھنا پڑے جو بڑی جلدی ہار مانے زندگی سے ہی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں۔ اس پہلو پر نظر ثانی کریں تو کئی ایک وجوہات نکلتی ہیں لیکن چونکہ مقصد طالبات کی اصلاح ہے تو اس کے لیے بے حد ضروری ہے کہ ان کو امہات المومنین کی سیرت و کردار سے متعارف کرایا جائے جس میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہترین نمونہ ہیں غرض یہ کہ ہر ایک کی ایمان کی پختگی کی مثالیں پڑھنے کو ملتی ہیں کہ ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔

عجز و انکساری کی کمی:

بڑھتی ہوئی ٹیکنالوجی اور روز بروز ترقی میں اضافہ کے ساتھ ساتھ انسان کے اطوار و عادات اور طرز زندگی میں بہت تبدیلی آئی ہے، اسی طرح انسانوں کے لیے رشتہ داری، دوستی اور عزیز و اقارب جیسے رشتے بھی بے معنی و بے وقعت ہوتے جا رہے ہیں، اسی عنصر کا بے لاگ رجحان ہمیں یونیورسٹی کے طلبہ و طالبات میں دیکھنے کو ملتا ہے۔ سادگی و انکساری دور دور تک نظر نہیں آتی ہر ایک اپنی ہی دنیا میں مگن خود کو اعلیٰ و برتر مخلوق سمجھتا ہے، حلانکہ انسان کو یہ بات جان لینی چاہیے کہ وہ ازل سے ابد تک عاجز ہی رہے گا، بلکہ حضرت انسان کو اپنی اصلیت اور پیدائش پر غور کرنی چاہیے جس کا نقشہ قرآن کریم یوں بیان کرتا ہے؛

اَلَمۡ یَکُ نُطۡفَۃً مِّنۡ مَّنِیٍّ یُّمۡنٰی • ثُمَّ کَانَ عَلَقَۃً فَخَلَقَ فَسَوّٰی۔[4]

ترجمہ: کیا وہ اس منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو (ماں کے رحم میں) ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اسے بنایا، اور اسے ٹھیک ٹھاک کیا۔

عصر حاضر کی طالبات اس احساس سے عاری ہیں، خود کو بلند تر اور دوسروں کو کمتر سمجھنا ان کا شیوا بن چکا ہے اور اسی کا نتیجہ ہمیں دیکھنے کو ملتا ہے کہ کس طرح دوسروں کی تذلیل ایک عام سی بات بنتی جا رہی ہے۔ نہ عورت کو عورت کا احساس رہا ہے نہ بھائی کو بھائی کا سب ایک دوسرے سے نالاں ہیں۔ اور معاشرہ کسی صورت ایسے ترقی نہیں کر سکتا جس کے طور طریقے اور اقدار ہی بے ہنگم اور خود غرض ہوں۔

پہلی قومیں ایسے ہی ترقی یافتہ نہیں تھیں، ان میں عجز تھا صلح جوئی تھی، رحمدلی تھی امہات المومنین حضورِ اکرم ﷺ کے ہمراہ جنگوں میں بھی شریک ہوئیں ہیں، دردمندوں کے دکھ میں شریک ہونے والی، احساس کرنے والی کیا ان کی زندگی بہترین نمونہ نہیں ہے جو آج صنف نازک اس سے مبرہ ہے۔

علم سے نفرت:

آج کے اس پر فتن اور عیش و عشرت کے دور میں تعلیم فقط کاغذ کے ٹکڑے کے حصول کے لیے حاصل کی جا رہی ہے تعلیم فقط ایک لفظ کی حد تک رہ گئی ہے۔ وہ تعلیم کہ جس کو حاصل کرتے ہوئے ایک طالب علم اللہ کے راستے پر چلتے ہوئے عشق الٰہی کی منازل پر پہنچ سکتا ہے، گمنامی کا باعث

بن گئی ہے۔ وہ تعلیم کہ جو معرفت خداوندی کا ذریعہ ہو، وہ تعلیم کہ جس سے مسلم قوم کی بیٹی اپنی دنیا اور آخرت سنوار سکتی ہو، برائے نام رہ گئی ہے۔ تعلیم وہ چیز ہے کہ جس سے انسان کو اپنی پہچان ہوتی ہے اور پھر وہ اپنے رب کو پہچان لیتا ہے۔۔

عربی کا مقولہ ہے کہ:

من عرف نفسه فقد عرف ربه

"جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا تو اس نے اپنے رب کو بھی پہچان لیا۔"

قرآن مجید میں بھی تعلیم کو انہی الفاظ میں بیان کیا گیا

عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔[5]

ترجمہ: انسان کو اس بات کی تعلیم دی جو وہ نہیں جانتا تھا۔

تعلیم سے ایک طالب علم اپنے کردار و اخلاق کو سنوار سکتا ہے۔ مؤثر تعلیم وہ ہے کہ جس میں ہم جاہلیت کے اندھیروں سے منازل طے کرتے ہوئے علم کے نور کو پا لیتے ہیں۔ یونیورسٹی میں طالبات اپنے مقصدِ تعلیم سے بے خبر رہتی ہیں۔ جس سے علم حاصل کرنے کے باوجود بھی جاہل رہتی ہیں۔ علم سے انسان کی اپنی ذات کی پہچان ہوتی ہے جس کے بعد وہ خیر و شر میں فرق کرتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ۔[6]

"علم طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔"

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آسمانِ فضائل کا درخشندہ ستارہ ہیں ان کی حیات مبارکہ کے جس پہلو پر بھی نظر ڈالیں وہ نور علی نور نظر آتا ہے۔ جس ذہین اور اپنی مثال آپ خاتون نے نو برس رسول اللہ ﷺ سے علم حاصل کیا ہو اور جسے خود حضور ﷺ قدم قدم پر علم سکھا رہے ہوں اس خاتون کے علم کے کیا ہی کہنے!! بڑے بڑے فقیہہ اور معتبر صحابہ کرام جب کسی مسئلے میں اپنی ٹھیک رائے پر نہ پہنچتے تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس جاتے ہیں۔

عطاء بن ابی رباح تابعی جن کو متعدد صحابہ کرام کی شاگردی کا شرف حاصل ہے، فرماتے ہیں:

"حضرت عائشہ صدیقہ سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ صاحب علم اور عوام میں سب سے زیادہ اچھی رائے والی تھیں۔"[7]

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد امت مسلمہ کی رہنمائی کرنے والی یہ عظیم خاتون ہیں۔ علم و اجتہاد میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی ممتاز نظر آتی ہیں۔

غور طلب بات ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ایک عورت تھیں جن سے بڑے بڑے صحابہ دین کے مسئلے پوچھتے تھے اور آج تو نہ کسی عالم دین سے پوچھنے کا یا اس پر عمل کرنے کا شوق نہیں۔ بنت حوا کہ جس کے ہاتھ میں اس امت محمدیہ کا مستقبل ہے اسے تباہی کے گڑھے پر لے آئی ہے۔

دل میں قرآن سمانے کی بجائے انگریزوں کا طریقہ سنبھال لیا ہے۔۔

یونیورسٹی کی ایک طالبہ کو باپردہ اور باحیا عورت اسلام کی تمام حدود کی پاسداری کرتے ہوئے علمی، سیاسی، مذہبی، اجتماعی، حالات امن و جنگ میں قول و فعل کے ذریعے امت کی رہنمائی اور بھلائی کر سکے۔

نماز و قرآن سے دوری:

اس دورِ خود غرضی میں نفسانی خواہشات کی طلب کے باعث انسان نے اپنے رب کو بھلا دیا ہے۔ وہ ذات جو اسے تخلیق کرنے والی ہے اور جس کے سامنے اسے سرنگوں ہونا تھا۔ اسی ذاتِ بابرکت سے اس نے منہ موڑ لیا ہے اور تباہی کے گڑھے میں دھکیل دیا گیا ہے۔ اسی طرح یونیورسٹی کے طلباء علم کا صحیح استعمال نہیں کر سکتے۔ علم حاصل کرنا ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ ایک مومنہ، حضرت حفصہ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی دختر کے

دل میں اللہ کا قرآن سمایا ہوتا ہے۔ یہی بنت حوا جب یونیورسٹی میں داخل ہوتی ہے تو دل میں قرآن سمانے کی بجائے انگریزوں کے طرز اپناتی ہے۔ نماز کا اتنا بڑا تحفہ کہ جس سے شکل، عقل اور نسل پاک ہوتی ہے اسے ہی چھوڑ دیا۔ مسلم بیٹیاں کہ جن کی گود سے اولیاء اللہؒ نے پیدا ہونا تھا آج گناہ گار پیدا ہو رہے ہیں۔

اللہ کا کلام قرآن مجید اور نماز اتنا بڑا تحفہ اتنا بڑا ذریعہ رب سے قریب ہونے کا اور اللہؐ کی محبت کو پانے کا!!!!

قرآن مجید وہ کتاب ہے کہ جس میں زندگی کے ہر مسئلے کا حل موجود ہے۔ اور ہم اسی سے ہی دور بھاگتے ہیں جبکہ قرآن کریم میں تو ہے کہ

وَ لَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَہَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ۔[8]

ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنا دیا ہے۔ اب کیا کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟

ایک مسلم بیٹی کا کردار امہات المؤمنین جیسا ہونا چاہیے۔ حضرت حفصہ رضی اللہؐ تعالیٰ عنہا اس قدر عبادت گزار اور روزہ دار تھیں کہ راتوں کو جاگ کر عبادت کرتی تھی۔ اور ان کی یہ شہادت جبرائیل علیہ السلام نے دی۔

دینداری کی برکت اتنی ہے کہ اللہؐ کے یہاں سے طرف داری کی جاتی ہے۔ فرشتے کے ہاتھ خاطر داری کا حکم ہوتا ہے۔ قرآن کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا بہترین حکمتِ عملی ثابت ہو سکتی ہے اور ہدایت کی طرف رہنمائی بھی ادھر سے ہی ہو گی اور اجر عظیم کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ خود اللہؐ تبارک و تعالیٰ کا فرمان ہے:

اِنَّ ہٰذَا الۡقُرۡاٰنَ یَہۡدِیۡ لِلَّتِیۡ ہِیَ اَقۡوَمُ وَ یُبَشِّرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا کَبِیۡرًا۔[9]

ترجمہ: حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن وہ راستہ دکھاتا ہے جو سب سے زیادہ سیدھا ہے، اور جو لوگ (اس پر) ایمان لا کر نیک عمل کرتے ہیں، انہیں خوشخبری دیتا ہے کہ ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

مصلحت پسندی میں کمی:

نفس پرستی اور خود غرضی نے انسان کو تنزلی کے اس مقام پر لا کھڑا کیا ہے کہ اس نے وہ سب بھلا دیا ہے جو اس کے لیے کامیابی کا ذریعہ تھا۔ وہ عورت وہ لڑکی جس نے اس قوم کا مستقبل سنوار کر عالمِ علم و معرفت میں اپنا نام پیدا کرنا تھا وہ آج اپنے مقصد حیات تک سے بالکل بے خبر ہو چکی ہے۔ وہ بنت حوا و عائشہ جو ملکہ قوم ہوتی تھی اب اس مقام سے گر چکی ہے۔ محبت و امن سے رہنے والی لڑکی بیوقوف سمجھی جاتی ہے۔ جس طالبہ کے کردار سے بدکرداری کی بدبو آئے وہ چالاک سمجھی جاتی ہے۔ یونیورسٹی میں طالبات کے ایک دوسرے سے بڑھنے سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ جسے مزید بڑھایا جاتا ہے اس سے بچنا ضروری ہے اور دوسروں کی عزت نفس کا خیال رکھا جائے۔

کوئی بھی فیصلہ ہو قرآن و سنت کی روح سے کیا جائے۔ امہات المؤمنین کا کردار بے نظیر ہے، ان کا آپس میں پیار و محبت سے رہنا!!

حضرت جویریہ رضی اللہؐ تعالیٰ عنہا وہ خاتون ہیں کہ جن کی مصلحت سے ان کی پوری برادری کو فائدہ ہوا۔ طالبات کو چاہیے کہ وہ کسی کو حسب و نسب اور رنگ و نسل کی بنیاد پر الگ نہ کریں۔ ایک یونیورسٹی کی طالبہ کے کردار سے امہات المومنین کے کردار کی خوشبو آنی چاہیے جس دیکھ کر یہ لگے کہ یہ واقعی میں مسلم قوم کی بیٹی ہے۔ جسکی تربیت کرتے ہوئے امہات المومنین کا کردار سامنے رکھا گیا اور وہ ہر میدان میں قرآن و سنت پر عمل کرے۔ یونیورسٹی کی طالبات تمام اسلامی اقدار پر عمل کرتے ہوئے اپنی زندگی اسلام کے مطابق گزاریں اور ملک و قوم کا نام روشن کریں۔

بد دیانتی کا رجحان:

آج کل کے اس پر فتن دور میں بد دیانتی کا رجحان ہر طرف بڑھ رہا ہے۔ بد دیانتی ہماری جڑوں کو کھوکھلا کر رہی ہے۔ حالانکہ کسی زمانے میں مسلمان اپنی دیانتداری کی بدولت مشہور ہوا کرتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ معاشرے نے افراد کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی ہے کہ اگر تم

دیانت دار ہو تو اس دنیا میں تمہارا گزارا نہیں ہے۔ اور پھر یہ بات لوگوں کے دل کے گوشوں اور ذہن کے خلیوں میں پختہ ہو گئی۔ لہذا پہل پہل جو چھپ کر بددیانتی کرتا تھا آج وہ کھلم کھلا اس بدفعلی کا ارتقاب کر رہا ہے۔ اِرشادِ نبوی ہے کہ؛

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : سَيَأْتِي عَلَى النَّاسِ سَنَوَاتٌ خَدَّاعَاتُ، يُصَدَّقُ فِيهَا الْكَاذِبُ، وَيُكَذَّبُ فِيهَا الصَّادِقُ، وَيُؤْتَمَنُ فِيهَا الْخَائِنُ، وَيُخَوَّنُ فِيهَا الْأَمِينُ۔[10]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "عنقریب لوگوں پر دھوکے سے بھر پور سال آئیں گے۔ ان میں جھوٹے کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے کو جھوٹا کہا جائے گا۔ بددیانت کو امانت دار سمجھا جائے گا اور دیانت دار کو بددیانت کہا جائے گا۔"

بالخصوص نوجوان نسل کا بددیانتی کی طرف رجحان بڑھ رہا ہے۔ دیانت داری کے وہ اسباق جو استادوں نے محنت سے پڑھائے تھے اور ماؤں نے راتوں کو جاگ کر یاد کروائے اُنہیں آج کی نوجوان نسل نے فراموش کر دیا ہے۔ جس کا ایک ثبوت آج کل طلباء وطالبات یونیورسٹیوں میں بڑے جوش وخروش سے دکھاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بددیانتی کسی ایک چیز کے ساتھ مشروط نہیں ہے۔ اس کے معنیٰ بہت وسیع ہیں۔ جیسے وہ والدین جو عزت وعصمت کی چادر اپنی بیٹی کے سر پر سجاتے ہیں اور بھروسے کے ساتھ اسے کسے ایسے ادارے میں بھیجتے ہیں جہاں لڑکے بھی ساتھ پڑھتے ہوں پھر بھی اگر وہ بیٹی اس عزت اور چادر کی حفاظت نہ کر سکے اور اپنے ماں باپ کے اس بھروسے کا جس کی وجہ سے ان کا سر بلند ہے مان توڑ دے تو یہ اس کی اپنے والدین اور عزت وعصمت کے ساتھ بددیانتی ہے۔ درحقیقت اس دھوکے کا ارتکاب وہ صرف اپنے والدین کے ساتھ نہیں کر رہی بلکہ یہ خود اس لڑکی کا اپنی ذات کے ساتھ دھوکہ ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتے ہیں:

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا‌ۚ وَ مَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ۔[11]

ترجمہ: یہ لوگ اللہ کو اور ایمان والوں کو فریب دینا چاہتے ہیں حالانکہ یہ صرف اپنے آپ کو فریب دے رہے ہیں اور انہیں شعور نہیں۔

بددیانتی کے الٹ جو لفظ استعمال ہوتا ہے وہ دیانت داری ہے۔ ام المومنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت اس پہلو میں نمایاں مقام رکھتی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنی دیانتداری کی بدولت بے حد مشہور تھیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نہ صرف پہلی خاتون ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا بلکہ وہ اس دنیا میں پہلی انسان ہیں جو آقا ﷺ کی رسالت پر ایمان لائی تھیں۔

صحیح البخاری میں روایت ہے کہ؛

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَتَى جِبْرِيلُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذِهِ خَدِيجَةُ قَدْ أَتَتْ مَعَهَا إِنَاءٌ فِيهِ إِدَامٌ أَوْ طَعَامٌ أَوْ شَرَابٌ، فَإِذَا هِيَ أَتَتْكَ فَاقْرَأْ عَلَيْهَا السَّلَامَ مِنْ رَبِّهَا وَ مِنِّي، وَ بَشِّرْهَا بِبَيْتٍ فِي الْجَنَّةِ مِنْ قَصَبٍ لَا صَخَبَ فِيهِ وَ لَا نَصَبَ۔[12]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جبریل علیہ السلام رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے پاس ایک برتن لیے آ رہی ہیں جس میں سالن یا (فرمایا) کھانا یا (فرمایا) پینے کی چیز ہے۔ جب وہ آپ کے پاس آئیں تو ان کے رب کی جانب سے انہیں سلام پہنچانا اور میری طرف سے بھی! اور انہیں جنت میں موتیوں کے ایک محل کی بشارت دے دیجیے گا جہاں نہ شور وہنگامہ ہو گا اور نہ تکلیف وتھکن ہو گی۔"

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس ﷺ سے شادی بھی آنحضور ﷺ کی دیانت داری اور امانت داری سے متاثر ہو کر کی تھی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم ﷺ کا اس وقت ساتھ دیا جب آپ ﷺ کو اس ساتھ کی بے حد ضرورت تھی۔ اس واقعہ میں بھی حضور ﷺ کے اخلاق واوصاف اور دیانت داری کا ذکر ملتا ہے۔

فَقَالَتْ خَدِيجَةُ: كَلَّا وَ اللَّهِ مَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا، إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ، وَتَحْمِلُ الْكَلَّ، وَتَكْسِبُ الْمَعْدُومَ، وَتَقْرِي الضَّيْفَ، وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ۔[13]

"خدا کی قسم! آپ کو اللہؐ کبھی رسوا نہیں کرے گا، آپ تو اخلاق فاضلہ کے مالک ہیں، آپ تو کنبہ پرور ہیں، بے کسوں کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیتے ہیں، مفلسوں کے لیے آپ کماتے ہیں، مہمان نوازی میں آپ بے مثال ہیں اور مشکل وقت میں آپ امر حق کا ساتھ دیتے ہیں۔"

آج ضرورت اس امر کی ہے کہ اگر ہم بھی کامیاب ہونا چاہتے ہیں اور دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتے ہیں تو ہمیں بھی اُسوہ رسول پر زِندگی گزارنے اور اُمہات المومنین کی تعلیمات پر عمل کرنا ہے۔

مصادر و مراجع:

[1] سورۃ الاحزاب:59

[2] سورۃ النور:31

[3] صحیح البخاری:09

[4] سورۃ العلق:05

[5] سورۃ القیامہ:38-37

[6] سنن ابن ماجہ:224

[7] المستدرک للحاکم:

[8] سورۃ القمر:17

[9] سورہ بنی اسرائیل:09

[10] سنن ابن ماجہ:4036

[11] سورۃ البقرہ:09

[12] صحیح البخاری:3820

[13] صحیح البخاری:03